

اطـجـوالـعلم و لوگان ہالـصـن

LYTTON LIBRARY



MUSLIM UNIVERSITY
ALIGARH

Class No. ۲۰۲۰.....

Book No. ۲۳۹.....

Title - INSAN KE SEHEL KE BAHAR MEIN

creator - Henry Richard Williams; मुताबिक मन्सि शम्भु,
Daryal.

publsher - Mathas Nazim Sarwan Hind (Allahabad).

Year - 1894

Pages - 16,

Subjects

اَشْيَاءُ الْمَكْتُومَةِ الرَّبَّانِيَّةِ خَالِصَةً لِّرَبِّنَا وَمَا هِيَ
الظَّاهِرَةُ فَلَنَا وَلِذَرِّيَاتِنَا

وعظ پند رہبان
انسان کے ہل کے تین



جسکو

CHECKED
Date: 10/10/90

ہنری رچرڈ و لمیس ہڈ ماسٹر ہائی اسکول شاہجہانپور نے

انگریزی سے ترجمہ کیا

منشی شبنم دیال کے ہتمام سے

مطبع نظامت قانون بینہ دالہ آباد میں چھپا

۱۸۹۲ء

URDU STACKS

✓
C.I.D.
C.P.P.

1/11/11

M.A. LIBRARY, A.M.U.



U7420

CHECKED-2002



وعظ پندرہواں

انسان کے جہل کے بیان میں

(واعظ کی کتاب آٹھواں باب ۱۶ اور ۱۷ آیتیں)

جب میں نے اپنا دل لگایا کہ حکمت سیکھوں اور جو کچھ زمین پر کیا جاتا ہے دیکھوں تب میں نے خدا کے سارے کاموں پر نگاہ کی (اور جانا کہ انسان اوس کام کو جو آفتاب کے نیچے کیا جاتا ہے دریافت نہیں کر سکتا ہے۔ اگرچہ انسان محنت سے اوسکی تلاش کرے تو بھی وہ اوسکو دریافت نہ کرے گا۔ یہاں تک کہ اگر مرد دانا اوسکے دریافت کرنے کی فکر کرے تاہم وہ اوسکو نہ پاسکے گا۔

حضرت سلیمانؑ کی تصنیفات میں بہت سے خیالات جو انسان کی فطرت اور اوسکی زندگی سے متعلق ہیں پائے جاتے ہیں۔ اور اس کتاب (واعظ) میں آنحضرتؐ نے وہ خیالات جو نظام عالم سے متعلق ہیں ایزاد کئے ہیں اور یہ امر خلافت قیاس نہیں کہ انسان کی زندگی اور عمل کا دیگر امور کی نسبت (جس قدر آنحضرتؐ نے بیان کیا ہے) زیادہ بیان

کرنیکا باعث یہ ہو گا کہ کو قانون قدرت کے نظام عام کی تفتیش میں اطمینان کم حاصل ہوا ہو اور شکالات زائد پیش آئے ہوں۔ بہر حال ہر دو امور پر یا ہم غور کریں گے بعد دے (حضرت سلیمان) خدا کے کاموں کی نسبت اور اسکی پروردگاری کے طریقہ کی نسبت جو اس عالم کی حکومت میں مرعی ہے کمال عدم وقیفیت کا اظہار کرتے ہیں اور پہلے درجہ کی محنت اور تکان کا جو اونکو واؤن امور کی جستجو میں اور دن پر یقین کے ساتھ نظر کرنے میں درپیش ہونی تہین اظہار کرتے ہیں اور اون باتوں کی نسبت جو ظاہر اونکے مشاہدہ میں آئیں اور اوں جو اس عالم میں ہو رہا تھا کمال ناکامی اور درد سری اور نیز دل تنگی کا اظہار کرتے ہیں۔ اس تمام غور و معاینہ اور اوس نتیجہ نے جو ان سے برآمد ہوتا ہے یعنی رنج اور پریشانی اور اپنے جھل لازمی کے علم کے مختلف خیالات آنحضرت کے دہین پیدا کئے مگر یا نہ نہ نادانی اور غیر اطمینانی کے کوئی نہ کوئی بات ہے جس پر حضرت یقیناً تکیہ کرتے اور ہر دوسہ رکھتے ہیں۔ کوئی نہ کوئی بات ہے جو اس کل ماجرے کا نتیجہ ہے اور انسانکو محض اسی بات سے سروکار ہے۔ پس اونکے طرز بیان اور سلسلہ خیالات کی تعلید کر کے ہم ذیل کی باتوں پر غور کریں گے۔

- (۱) آیت مسطورہ بالا کا دعویٰ (انسان کا جھل) کہ دانشمند سے دانشمند اور ہوشیار سے ہوشیار آدمی خدا کے کاموں اور راہوں کو سمجھ نہیں سکتا
- (۲) اس امر معلوم اور ہماری جہالت کی واقفیت اور وہ خیالات جن پر وہ مامور کرتے ہیں ان سب کے حقیقی نتائج کیا ہیں۔

(۲) دانا سے دانا اور ہوشیار سے ہوشیار آدمی خدا کے کاموں کو اور اس
جہان کی آفرینش اور انتظام کے بارہ میں اسکی پروردگاری کے طریقوں اور نشان
کو سمجھ نہیں سکتا ہے۔

آفرینش تو ہماری فکر کی پہونچ سے کلیتہً اور مطلقاً بیرون اور ہماری
حدرسانی کی غایت سے باہر ہے اور باینتمہ جسقدر یقینی ہے کہ معلول کے واسطے
علت کا ہونا لازمی ہے اوسقدر یہ امر بھی یقینی ہے کہ خدا نے اس جہان کو بنایا
حق تو یہ ہے کہ اکثر اوقات نہایت عالم شخص کی واقفیت صرف معلول ہی تک ہے
اور رہے علل اونکی ناواقفیت کی نسبت تو عالم اور جاہل دونوں برابر ہیں۔ وہ
قوانین جنکے ذریعہ سے ایک مادہ دوسرے مادہ پر اثر کرتا ہے کیا ہیں مگر حقیقتاً
جنکا توازن دیکھ کر بعض شخصوں نے قواعد کلیہ معین کئے ہیں؟ موجودات کی اصل
فطرت اور حقیقت الحقیقت سے بھی ہم مطلقاً ناواقف ہیں۔ یہ سب باتیں ہماری
رسانی سے اسقدر باہر ہیں کہ اونکی ذرہ سی جہلک تک معلوم نہیں ہوتی
علیٰ ہذا القیاس جسقدر ہم اپنے گرد و پیش کی اشیاء سے ناواقف ہیں اوسقدر اپنی خود
ذات سے بھی ناواقف ہیں مثلاً یہ کہ ہم کس طرح بنائے گئے ہیں ہمارا وجود کس نہج
پر جاری اور قائم ہے ہمارے نفس ناطقہ کے قوی کیا ہیں اور کس پر اونکا عمل موقوف
ہے۔ میں ہیبت خیز اور حیرت انگیز طرح پر بنایا گیا ہوں تیری دستکاریاں عجیب
حیرت افزا ہیں اور اسکا میری روح کو خوب یقین ہے۔ ہماری خود فطرت اور اشیا
گرد و پیش ہمارے نفس کے شوق کو پر لگنے کرتی ہیں۔ مگر ہم ایسی حالت میں نہیں ہیں
کہ اوس شوق کی سیری کر سکیں۔ ہر ایک بھید جو کھل جاتا ہے۔ ہر ایک نئی تحقیقات

جو مخلوق میں آتی ہے۔ ہر ایک جدید اثر جو دیکھنے میں آتا ہے، ہکولین دلاتا ہے کہ شیا
اور اس میں جو ہنوز پوشیدہ ہیں اور ہیکو ہکولین اس کے گمان بھی نہ تھا۔ اور فرض کرو
کہ ہیکو کل کائنات سے اس طرح اور اس قدر کما حقہ وقیفیت حاصل ہوتی جیسی کہ
ہیکو کسی ایک شے سے جو کائنات میں ہے وقیفیت حاصل ہے تو کیا؟ اس
کل عالم کائنات کی مقدار کیا ہوتی؟ سچ تو یہ ہے کہ وہ شوق تحقیق جسکی تشفی ایسی سطحی
واقفیت سے ہو سکے از بس ذلیل ہوگا۔ برخلاف اسکے کیا ایسی واقفیت اس
امر کی مدد ہوگی کہ ہمارے جہل پر ہیکو اور بھی یقین دلاوے اور ہمارے شوق تحقیق
کو خود ماہیت اشیا اور ان کے موجود اور انکی علل اور انکی غایات کے دریافت
کرنے پر ادب ہائے؟

رہا انتظام اس عالم کا۔ اگرچہ ذیل کی باتوں پر غور کرنے سے یعنی
اون علل غائیہ پر جو ہمارے دریافت میں آسکتی ہیں اور اوضاع انسانیہ پر یعنی
اور عدم لیاقت اور بوشوہقت اور مور و نصرت ہونے پر جو فرداً فرداً نیکو کار اور بدکار
سے متعلق اور جسکے وہ مستحق ہیں لہذا اس شفقت اور عدم شفقت کا ہی ثبات میں
ہونا جو اشیا کو جیسی کہ وہ نفس الامینی ہیں دیکھتی ہو لازمی ہوگا۔ میں کہتا ہوں
کہ امور مذکورہ بالا پر غور کرنے سے اگرچہ ممکن ہے کہ ہم پروردگار کے منشاء
کو اس عالم کے انتظام میں کسی قدر دریافت کر سکیں اور یہ وقوف ہیکو دین اور
نیکو کاری کی تعمیل پر مجبور کرنے کے واسطے کافی ہو۔ تاہم چونکہ سلطنت عالم
کی وسعت کے اعتبار سے غیر محدود اور زمانہ کے اعتبار سے بے پایاں ہے
لہذا اسکی نظر دانش محبوبی کی منہد بالضرورت ہماری رسائی سے باہر ہوگی۔ اور چونکہ

متعدد حصوں کو ایک دوسرے کے ساتھ سلسلہ انقیاد اور تعلق معلوم
 ہونا ہے جس سے فی الواقع کل مکار ایک انتظام یا حکومت واحدہ ترکیب
 پاتی ہے لہذا ہم بغیر کل سے واقف ہوئے کسی حصہ سے پوری واقعیت حاصل
 نہیں کر سکتے ہیں۔ فی الحقیقت چاہئے تو یہ کہ اس بات سے ہکولین کلی ہو جاوے
 کہ اوس جزوی حصے کے جو اس عالم میں ہمارے دیکھنے میں آتا ہے ہم ایسے محقق
 معتبر نہیں جیسا کہ ہکولگان ہے۔ کوئی دل ان باتوں پر جیسا چاہئے فکر
 نہیں کر سکتا ہے اور کون اوسکی راہ چال سکتا ہے؟ وہ ایک طوفان ہے جسکو
 کوئی شخص دیکھ نہیں سکتا۔ کیونکہ بیشتر تو اوسکے کام پر پوشیدہ ہیں۔ اوسکی حالت
 کے کاموں کا کون بیان کر سکتا ہے؟ کیونکہ اوسکا عہد فاصلہ پر ہے اور جانچ
 کل اشیا کی انجام میں ہے۔ یعنی خدا کے برتاؤ نبی آدم کی نسبت ہونا ختام کو
 نہیں پہنچے اور اوس حصہ کے ذریعہ سے جو ہمارے پیش نظر ہے اوپر حکم لگایا
 نہیں جاسکتا ہے۔ پس کوئی آدمی نہیں کہہ سکتا ہے کہ یہ شے اوس شے سے بڑی
 کیونکہ وہ اپنے وقت پر پسندیدہ ٹھہریگی۔ تیری وفاداری ایخدا بادلوں تک
 ہے۔ تیری راست باز می مثل مستحکم پہاڑوں کے قائم ہے۔ تیری عدالتیں مثل
 عظیم الشان سمندر کے ہیں۔ اوسنے ہر شے کو اپنے اپنے وقت میں جہاں بخشا جو
 اور نیز اوسنے امورات دنیا کو اونکے دل میں مرستم کیا ہے۔ پس کوئی شخص اسکا
 کو جو خدا شروع سے آخر تک کرتا ہے دریافت نہیں کر سکتا ہے۔ اور پولوس
 رسول ایک طول طویل تقریر کو جو اوسنے پروردگار کے مختلف مقدرات پر کی
 ہے اس طرح پر انجام دیتا ہے۔ واہ واہ خدا کی دانش اور عالم کا سراپا یہ کیا ہی عجب

اوسکی عدالتین دریافت کسے کسی باہر اور اوسکی راہیں حد فہم کسے کسی دور ہیں کسے
خداوند کے منشا کر جانا ہے؟

پس پروردگاری کا نظم و نسق یعنی خدا کی راہیں اور کام ایسے وسیع
اور فنی حدود و ایسی عریض ہیں کہ ہمارے فہم میں ہرگز آئیں سکتیں۔ اس دنیا کی
ساخت اور اوسکے انتظام میں اس درجہ قوت اور دانش اور خوبی صرف میں آئی
ہے اگر ہم ایسے طرز بیان کے مجاز ہوں کہ اوسکی سمائی ہم میں ہو نہیں سکتی یعنی
ہم اوسکو سمجھ نہیں سکتے۔ قوت اور دانش اور خوبی تو خدا کے سب کاموں میں جو
ہماری نظر میں آتے ہیں نمایاں ہے لیکن ان ہر سہ کے بے انتہا خزانے آفرینش
کی بے پایانی میں بھی اوس درجہ صرف میں آئے ہیں کہ کل عالم کا کوئی ایک حصہ پورا
پورا سمجھ میں آئیں سکتا ہے جب تک کہ وہ فانی اور علائقہ جو اوس حصہ کو کل سے
ہے داخل نہ کیا جائے اور یہ وہ بات ہے جسکے واسطے ہم قوی نہیں رکھتے ہیں
اور جس طرح کہ خدا کے کام اور اوسکی سلطنت کا نظام ہماری حد کیا
سے کہ ہم انکو پورا پورا سمجھ سکیں یا ہر بین اس بطرح ممکن ہے کہ وجوہات معقول کی
نظر سے بہت سی اشیاء کا جتنکے سمجھنے کی ہم شایطی لیاقت رکھتے ہوں یعنی
بہت سی باتوں کا منصوبہ و ترتیب و رون اور منشاءات کے اعتبار سے جو خدا
اپنی پروردگاری میں دنیا کے نظام کی نسبت مرعی رکھتا ہے (ہم سے
پوشیدہ رکھا جانا ابتدا ہی میں مناسب قرار پایا ہو۔ ایسا خیال ہرگز بعید عقل
ہے کہ غیر متناہی قوت اور دانش اور خوبی کے بعض مظاہر پر جتنکے مشاہدہ
سے کسی نہ کسی طرح ہم اپنی برداشت سے زیادہ حیرت زدہ رہ جاتے عمداً

پر وہ کھینچا گیا ہو دیا یہ کہ اونکے ہمپر کھول دئے جائیں کی نسبت اونکے پوشیدہ رکھے جانے سے بہتر مقاصد مد نظر رکھے گئے ہیں اور نیز برآئے ہیں ممکن ہے کہ قادر مطلق اون مقاصد اور اغراض کے لئے جنکی جہلک تک پہنچو و کما فی ہنن وبتی یا جنکا تصور ہم ہرگز کر نہیں سکتے ہیں یا دلون اور تارکی کے پردہ میں آکھو مخفی کرتا ہو۔

بہر حال مخلوق کا اپنی زلیست کے کسی نہ کسی درجہ میں فرم کر وہ بچپن میں ایک تربیت اور ترقی کی حالت میں رکھا جاتا جس میں اونکے صبر اور متابعت کی آزمائش تکلیفوں کے ذریعہ سے کیجاوے اور جس میں بدی کی تحریضات کا مقابلہ کرنا پڑے اور اپنے فرائض کے ادا کرنے میں مشکلات پیش آویں یقیناً قرین عقل ہے اور جسکے متونف ہو سکتے تھے۔ جائے غور ہے کہ جب اس بزرگانی کی بڑی سی بڑی خوشیاں اور تکلیفیں امید اور خوف اور دیگر جذبات و کیفیات نفس ذریعہ سے مغلوب اور معرزل المتوا میں رہ سکتی ہیں (اور یہ امر عیان ہے) تو اس صورت میں دین کی شہادت اور نیکی و بدی کے نتیجے تک تحقیق کا اور سدرجہ قوی ہونا ممکن تھا کہ ہر حالت میں تکالیف اور مشکلات اور بدی کی تحریضات پر سراسر غالب آوے یعنی اوپر اور سدرجہ غالب آوے کہ اونکا وجود کا عدم ہو جائے مگر حالت تربیت اور ترقی کے خود تصور ہی سے جسکا ابھی ذکر ہوا دین کی اور نیکی اور بدی کے نتائج کی ایسی عیان یا محسوس شہادت اور تیقن کا ہونا باہر ظہور خارج ہو جاتا ہے۔ دینداری اطاعت پر اور حق تعالیٰ کی رضا پر راضی ہوتے پر مشتمل ہے۔ ہمارے کیفیت اس عالم میں ایسے مزاج کے حاصل کرنے کیلئے

ایک محل ریاضت ہے۔ ہمارا جہل اور بہاری عقل کی کم ظرفی اور تحریضات و رشکات اور تکلفین جو ہمارے لائق حال ہوتی ہیں یہ سب کی سب اندک و کثر کی پروردگارین اس بیان جمالی کو اور وضاحت دی جا سکتی ہے اور جو شخص توجہ کرے گا اس کو صاف معلوم ہوگا کہ اس نے درجہ کی شہادت کے ساتھ عمل میں کم دشواری کا ہونا باعتبار وقت کے اعلیٰ تر شہادت کے ساتھ عمل میں زیادہ تر دشواری ہونے کے مساوی ہے لہذا حالت تعلیم کے تصور میں اشکالات نظری اور سیدر و داخل ہیں حسبہ اشکالات علمی داخل ہیں۔ پس ایک ہی وجہ یا بیان دونوں کی نسبت صادق آئے گا۔ مثلاً اگرچہ ادنیٰ شہادت یا عدم شہادت پر کسی امر کے تسلیم کرنے کو یہ نسبت اسکے کہ وہ امر حقیقی ثبوت پر تسلیم کیا جائے زیادہ خوبی میں داخل کرنا فی حقیقت ایک امر بعید عقل سے تاہم ادنیٰ درجہ کی شہادت پر اپنے فرائض کا پورا پورا ادا کرنا بقایا اعلیٰ درجہ کی شہادت پر اپنے فرائض کو اور سیدر جانفشانی کے ساتھ ادا کرنے کے ایک بہتر خصلت پر دلالت کرتا ہے۔ امر مذکور سے ہمارے نجات و ہندہ کے قول کا پورا پورا بیان اور تشریح ہو سکتی ہے۔ مبارک ہیں وہ جنہوں نے نہیں دیکھا اور باوجود اسکے ایمان لائے یعنی کم تر درجہ کی شہادت پر نسبت اس کے جس پڑاؤ میں جس سے وہ مخاطب ہے اظہر کرتا تھا عیسائی ہوئے اور انجیل کی اطاعت قبول کی۔ بہر صورت اگر استفسار کیا جائے کہ ہم اس جہل کی حالت میں کیوں رکھے گئے ہیں تو اس کا جواب وہی ہو سکتا ہے جو اسل استفسار کا کہ حکم قدرت سے بال و پر عطا کیوں نہ ہوئے جواب ہوگا اور وہ یہ ہے کہ ہم اس دنیا کی بود و باش کے لئے بنائے گئے ہیں۔ مجھو ایسا گمان ہوتا ہے کہ ہمارا خیال اپنی نسبت اور

اوس درجہ کی نسبت جو ہکواؤ فرینش میں حاصل ہوتا ہے اسے استحقاق کی نسبت حد سے تجاوز کر گیا ہے۔ وہ کوئٹا دائرہ عمل ہے اور کون سی خدمت ہے جو انسان کے لئے معین کی گئی اور وہ اوس کے انجام دینے کے لئے پوری پوری لیاقت اور علم نہیں رکھتا ہے۔ ظاہر ہے کہ انسان کو عقل اور علم اور دیگر قوتیں اوس سے اعلیٰ تر عطا ہوئے ہیں کہ اس عالم کے کاروبار کے لئے ضرور ہوں یعنی ایسے قومی کہ اگر اوس نخل کا وجود اس عالم کے علاوہ اور پرے رکھتے ہیں محافظہ رکھا جائے تو فضول معلوم ہوتے ہیں۔ اگر علم ہی حاصل کرنا ہمارا مال کار ہو تو ایسی صورت میں ہماری سرسوامی میں واقعی کمی ہوتی لیکن اگر ہماری خدمت اور فاضل کچھ اور بھی ہیں تو ممکن ہے کہ باوجود اپنے اس جہل کے ہکواؤ کے ادا کرنے کے لئے کافی دوائی سامان عطا ہوا ہو اور اپنے جہل کا علم ہونا اوس فرائض کے بحال انہیں کا رہو (۱) اب غور کرنا چاہئے کہ اپنی اس جہالت کے علم اور مشاہدہ اور اون خیالات کے جن پر وہ آمادہ کرنے ہیں نتائج کیا ہیں۔

اول۔ ہم اوس سے سیکھ سکتے ہیں کہ دین کے بارہ میں انسان کو کیسی طبیعت سے تفتیش کرنا چاہئے اور وہ یہ ہے کہ ہکواؤ سمین اشکالات طے کا متوقع ہونا چاہئے اور ہماری طبیعت کا میلان اس طرف ہونا چاہئے کہ جو کچھ سچی شہادت و ستیاب ہو قبول کریں اور اوس پر گفتگو کریں۔

اوس کو اول ہی سے امور ات مخفی و پوشیدہ کا ہنگو وہ پورا پورا ہرگز نہ سمجھ سیکے یعنی اون کی تہ کو نہ پہنچ سیکے متوقع ہونا چاہئے۔ اسیات کا کہ کل معاملات کی کیفیت جو اشکالات اور تعرضات سے پاک ہو تمام و کمال صاف صاف دین میں

آجائے متوقع ہونا اپنی فطرت اور حیثیت کا فراموش کرنا ہے کیونکہ دونوں میں سے ایک بھی اس قسم کی کیفیت کا ہونا نسبت کسی علم کے تسلیم نہیں کرتی ہے۔ اور توقع مذکور پر یقین کرنا نہ انسان کی بلکہ کسی اور قسم کے مخلوق کی حیثیت میں یقین کرنا ہے۔

انسان کی حیثیت عامہ سے اچھی طرح واقف ہونے سے ہم میں ایسا رجحان جو ہر طرح کی شہادت کے بغیر طبعاً واقعی ہوا اختیار کرنے اور اوپر کرتا کرنے پر آمادہ کرے پیدا ہوگا۔ اسکا ذکر اوس رجحان کے مقابلہ میں (جسکی نظیر میں ہرگز کم نہیں) جو شہادت میں اس لئے کہ وہ حسبِ خواہ نہیں ہے نقص نکالنے اور اسکو روک دینی ہے کیا جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص شفق کی روشنی میں چلے تو کیا اوسکو اپنی آنکھوں سے اویس قدر کام لینے کی ضرورت نہ ہوگی کہ گویا وہ روز روشن کی صاف روشنی میں چلتا ہے؟ یا اگر اوسکو رات میں سفر کرنا پڑے تو کیا پوچھنے اور دن کے ستارہ کے طلوع ہونے تک کسی روشنی پر جو تاریکی میں جھکتی ہوئی تھا کہ دیکھا۔؟ اوسکا ایسا خیال کرنا کہ دن کی روشنی ہونی تو کیا خوب ہوتا تھا کہ طبع نہ ہوگا کیونکہ شاید اوسکو گرد و نواح کے ملک کو دیکھنے کا اشتیاق ہو اور ممکن ہے اوسکو اسپات کا افسوس ہو کہ تاریکی نے دور و دراز مناظر کو اوسکی آنکھوں سے اوہل کر رکھا ہے اور خواہش کرتا ہو کہ سورج اوس تاریکی کے پردہ کو دور کرے۔ لیکن اوس ہدایت اور رہنمائی کو جو اوس ادنیٰ روشنی سے حاصل ہو سکتی ہے اسلئے کہ وہ سورج کی روشنی نہیں ہے حقارت اور تنفر سے قبول نہ کرنا کیسا کچھ قابلِ تعجب ہوگا۔ پس اگر انسان کی ترکیب اور فطرت سے اور اوسکی

سے جنہیں وہ پیدا کیا گیا ہے یا حقیقت اشیا سے ذرا بھی اشارہ یا کتنا یہ پایا جاتا ہو کہ وہ نیکی کے قانون کے ماتحت پیدا ہوا ہے تو چاہئے کہ طریقہ شک خود اوسکو نیکی کے عمل پر مضبوط اور مستحکم طرح پر آمادہ کرے تاکہ ایسا نہ ہو کہ اوس طریقہ درست ہے جو قانون قدرت نے (جو کہ وہ قانون قدرت ہو) اوسکے لئے معین کیا ہے پر کشتہ ہو نیکیا اور اپنی طبع زور اہوں میں جسکے نہ خطر و گنا اور نہ انجام کا اوسکو وقوف ممکن ہے قدم مارنے کا ہولناک تجربہ اوسکو حاصل ہو۔ کیونکہ گو کوئی خطرہ نظر نہ آوے تاہم تاریکی اور جہل اور اندھاپن ہرگز کسی طرح نیست کی حالت نہیں ہیں۔

دوم۔ ہماری نادانی بہت سی باتوں کی نسبت جو دین کے خلاف اعتراضات سمجھے جاتے ہیں ایک مناسب جواب ہے مخصوص من اعتراضات کی نسبت جو بدی کے ظاہری آثار سے اور طبیعت عالم کے نظام اور اس جہان کے انتظام میں بعضا بطلی کی ظاہری صورت سے پیدا ہوتے ہیں۔ دیگر کل حالتوں میں کسی نظم و نسق کی پہلانی یا برائی پر حکم لگانے کے واسطے یہ امر لابدی سمجھا جاتا ہے کہ اوس نظم و نسق سے تمام و کمال پوری پوری واقفیت ہو گو وہ نظم و نسق ایسا ادنیٰ اور محدود کیون نہ ہو جیسے انسان کے تجویز کئے ہوئے ہوتے ہیں اور کسی ہی ساخت کیون نہ ہو جو انسان کی تجویز کی ہوئی ہے وہ نہایت ادنیٰ اور سطحی نظر کرنے سے بہت زیادہ اور بخوبی سمجھ میں آسکتی ہے کہ اس جہان کے انتظام کا وہ بزدی حصہ جس سے ہم واقف ہیں بمقابلہ اس جہان کے نظم و نسق اور نظام کے سمجھ میں آسکتا ہے یعنی بمقابلہ اوس کل قوانین کے جسکے ذریعہ سے اوسکا انتظام ہوتا ہے سمجھ میں آسکتا ہے حقیقت اشیا سے ہمارے ناقص

ہونے کی وجہ سے اور پروردگار کے اوس منابط کی ناواقفیت کی وجہ سے جو اس
 عالم کے انتظام میں مبذول ہے اور اوس تعلق کی وجہ سے جو مختلف حصے ایک
 دوسرے سے اور کل نظام سے رکھتے ہیں اور کل کائنات ہمارے نظروں سے
 پوشیدہ ہونے کی وجہ سے یہ بات نکلتی ہے کہ معاملات کیسے ہی کامل کیونچہ
 تاہم وہ خواہی بخواہی بلکہ بالضرورتیہ کہ وہ ہیں اوس سے کم درجہ کامل معلوم
 سوم چونکہ نظام طبیعت عالم اور اس جہان کے انتظام میں پروردگار
 کے قواعد اور نشانات ہمارے فہم سے باہر ہیں لہذا ہم کو چاہئے کہ اپنی نادانی کے مقرر
 معین اور اوس پر راضی رہیں۔ اور اپنے خیالات کو اون باتوں سے جو ہماری پہونچ
 سے باہر اور پرے ہیں پھیریں۔ اور اون باتوں کی طرف جو ہماری سبقت
 ہیں اور جن سے ہم کو واقعی سروکار ہے لگا دیں۔ حصول علم پر ہماری سچی خوشی موقوف
 نہیں ہے جو کوئی ذرہ بھی سمات پر توجہ کر لے گا تو اوس کو دریافت ہوگا کہ نفس
 حصول علم سے نہیں بلکہ اوس کے سلسلہ تحصیل سے نفس کی تفریح ہوتی ہے حق تو
 یہ ہے کہ اگر انسان کی سچی خوشی نفس حصول علم پر اس نظر سے کہ وہ ایک طرح
 کا مقبوضہ یا خزانہ بنے مشتمل ہوتی تو اون لوگوں کی جو اوس کے سب سے بڑے
 حصہ پر قابض ہوئے بہت بڑی گزرتی کیونکہ وہ اور وکی نسبت اسماعیلین اپنی
 کم مانگی سے درجہ غایت واقف ہوتے اور ایسی صورت میں وہ جو علم چاہتا
 بدرجہا رنج کو ترقی دیتا۔ پس چاہئے کہ محققان غوامض حکمت اور تجسسان اسرار
 قدرت کو ذرہ یا ذرہ لایا جاوے کہ جو کچہ وہ کر رہے ہیں اوس میں وہو کائنات کما دین۔ اگر
 اون کی تحقیقات نیکی اور دینداری کے حق میں بطور اثبات کے کارآمد ہے یا

اونکے عمل پر تحریک دینے میں یا اونکی امداد میں کارآمد ہے یا اگر اونکا رجحان نیکو
کے رنج و الم کم کرنے اور اونکی راحتوں میں ترقی دینے کی طرف ہے تو ایسی
صورت میں اونکا شغل نہایت کارآمد ہے لیکن محض اشیاء کی ماہیت کا انکشاف
کسی اور طرح کارآمد نہیں ہے سوائے اسکے کہ موجب تفریح طبع ہو۔

اور یہ امر ہرگز بجا نہیں ہے بشرطیکہ وہ وقت جو مفید کاموں میں
صرف ہونا چاہئے اونپر صرف نہ کیا جائے۔ مگر ظاہر ہے کہ ہماری شہمت کی واسطے
ایک اور ہی نشانہ تجویز کیا گیا ہے اور ایک اور ہی مشامعین کیا گیا ہے جسکی
طرف ہم اپنی زندگی کو رجوع کرنا چاہتے اور یہ نشانہ ایسا ہے کہ اوس میں
ہوشیاری سے ہوشیار کا نام ہونا اور جاہل سے جاہل کا کامیاب ہونا

ہے۔ پوشیدہ باتیں ہمارے خداوند خدا کی ملک سے ہیں لیکن وہ باتیں جو
ظاہر کی گئی ہیں ہمارے اور ہماری اولاد کی ملک ہمیشہ کے لئے ہیں تاکہ ہم شہمت
کے کل احکام بجا لادیں حضرت موسیٰ کے اس خیال کی عام غرض یہ ہے کہ وہ علم
جو ہمکو ہمارے فرائض سکھاتا ہے یا اوسکے بجا لانے میں ہماری مدد کرتا ہو وہی ہمارے
کارآمد ہے۔ نظام عالم اور سلسلہ قانون قدرت اور قدرت مطلقہ جو اس جہان
کے انتظام میں میز دل ہے یہ سب باتیں ہماری رسائی سے باہر ہیں۔ اور یہ
کہ اگر ہم ان باتوں سے واقعی واقف ہو جا سکتے تو اوسکا نتیجہ کیا ہوتا نہایت
مشتبہ ہے۔ آیا اوس سے ہمکو اوس میں جو حالت موجودہ میں ہمکو کرنا ہے برد
ملتی یا اوس سے منحرف کر دیتی۔ پس اگر کوئی دائرہ علم اور فکر اور شغل ایسا ہو جو ہماری
لیاقتوں کے مناسب اور ہمارے لئے نہایت ضروری ہو تو یقیناً چاہئے کہ

اپنے اس خاص کام کے کرنے میں ہم ہمہ تن مصروف ہوں اور کل گیر باتوں کو بیچ
 سمجھیں یعنی اپنے اس کام کے مقابلہ میں بیچ سمجھیں۔ چنانچہ حضرت ایوبؑ کا قانون
 قدرت کے علم سے بحث کرتے ہیں کہ وہ ہمارے فہم سے کس قدر بڑا ہے اور علم و دانش
 کا ذکر کرتے ہیں کہ خدا کی راہ کو سمجھ سکتا ہے اور وہی اس کے موقع کو
 جانتا ہے۔ اور انسان سے وہ یوں کہتا ہے کہ دیکھ خداوند کا خوف یہ ہی دانش
 ہے اور بدی سے کنارہ کرنا عقلند ہی یہ ہی ہے۔ ممکن ہے کہ اور بدیوں کے بخوبی
 پرشاید مصالح اور بدی ظاہر کی گئی ہوں اور پروردگار کے منصوبے اور طریقے جو اس
 عالم کی آفرینش اور انتظام میں مرعی ہیں بتائے گئے ہوں۔ بہر حال ہمارے ہمت
 اور منصب کو یہ بات حاصل نہیں ہے۔ اس نظر سے کہ یہی اس کا کام اور قدرت
 ہے وہ دانش جسکی تمنا انسان کو کرنی چاہئے خدا کا خوف اور بدی سے کنارہ کشی
 ہے اور بس۔ اسی بات کا اور اسی مضمون کے ضمن میں واعظ کی کتاب کے آخر
 میں ذکر آیا ہے۔ اگرچہ ہماری نادانی سے اور اس قلیل واقفیت سے جو ہم اور اشیا
 کے بارہ میں رکھتے ہیں ایک دلیل معقول حاصل ہوتی ہے کہ ہمارے تین تشویش
 میں ڈالنا چاہئے۔ تاہم اس سے وہ بات جو کل معاملہ کا مال ہے ضعیفیت
 نہیں ہوتی یعنی یہ کہ خدا سے ڈرو اور اس کے احکام بجالاؤ کیونکہ انسان کا تمام کمال فرض
 یہ ہی ہے چنانچہ منجملہ اہل لوگوں کے جنہوں نے آدمیوں کو بمقابلہ علم اخلاق کے
 دیگر علوم پر جانفشانی کرنے اور اون پر زور دینے سے باز رکھنے کی کوشش کی سقراط پہلا
 نہ تھا۔ ہمارا دائرہ عمل نیکی اور دینداری پر اور اخلاق اور طرز معیشت پر یعنی طبیعت کی اصلاح
 اور ول کے پاکیزہ کرنے پر محدود ہے۔ یہ وہ مزرع ہے جسکی کاشت ہر قوم و نسل کی

جو۔ فی الواقع مقام خیرت ہی کہ اسکی غور و پرداخت میں کسدر چہ غفلت ہوئی ہے۔
 انسان کی خوشی قطعاً نیکی پر منحصر ہے اور اس بات پر مشتمل ہے کہ اعمال نیک نیک نیت
 اور طبیعت یا دل سے پیدا ہوں۔ افعال ظاہر بالکل ہمارے اختیار میں ہیں۔
 اور باقی رہا سو یہ ہے کہ ہم اپنے دل پر قابض ہونا اور اپنے ہوائے نفس اور طبیعت اور
 رغبت کو بس میں رکھنا اور اسکا اہتمام کرنا سیکھیں۔ تاکہ ہم خوف اور حسد اور بغض اور
 طمع اور حرص کی ناتوانیوں سے نجات پاویں یا ان نظر کہ وہ پیمانہ میں جاگیرین
 ہو گئی ہیں نجات پاویں اور نیز اس نظر سے نجات پاویں کہ یہ باتیں ایک غیر مناسب
 مزاج کو عموماً شامل ہیں اور اس طرح کی غیر مناسب طبیعت سے کل غلط فہمی کی کوششیں
 اور زندگی کی بیشتر ناخوشیاں پیدا ہوتی ہیں۔ پس وہ شخص جو ایک قاعدہ بھی
 جس سے اس کام میں مدد ملے وہ ہونڈ کر نکالے اور سکا بار احسان نسبت کل دیگر
 علوم کو ثمر فی دینے والوں کے بنی آدم پر بدرجہا دیا وہ ہوگا۔

آخر الامر تمکو چاہئے کہ اس نکوئی اور قدرت اور دانش غیر متناہی کی جو
 ہماری فہم سے باہر ہے ازلیں عظمت کریں۔ دانش کی اصل حقیقت کس پر ظاہر کی
 ہے؟ یا کہنے اسکی دانشمندانہ مصلحتوں کو جانا ہے؟ ایک ہے دانا اور نہایت فہم
 کے لایق خداوند جو اپنے تخت پر بیٹھا ہے۔ اور سنے اسکو پیدا کیا اور دیکھا اور شمار
 کیا اور اپنے سارے کام اور سپر جہا کئے۔ پس جبکہ دانش اور قدرت غیر متناہی کی
 چند بلکہ دو ایک تاثیرات سے واقف ہونا مثلاً بعض اجرام فلکی کے مقام اور انکے
 حجم کی بزرگی اور انکی گردش سے واقف ہونا ایک بہت بڑی بات سمجھا جاتا ہے تو ہمارے
 دلوں کو اسکی نسبت جیسے ہر ایک کا انہیں سے مقام اور حد اور دائرہ حرکت معین کیا

جن سب پر کمال استحکام کے ساتھ بل پر عمل ہوتا ہے کیسے خیالات سے معمور ہونا چاہیے
 جسے افلاک کو بسیط کیا اور ستاروں کا شمار کرتا ہے اور ہونکو اونکے نام سے پکارتا
 جسے زمین کی بنیاد بن ڈالیں جو اوسکی خاک کو پیمانہ میں جانتا ہے اور پہاڑوں کو
 کانٹے میں اور پہاڑوں کو ترازو میں تولتا ہے۔ اور جبکہ ہم کل مناظر کا جو ہمارے
 دیکھنے میں آسکتے ہیں شمار کر چکیں تو یہ کہنا لازم ہے کہ دیکھو یہ اوسکی راہوں کا ایک
 حصہ ہے لیکن خود اوسکی بابت کس قدر کم سننے میں آتا ہے کیا تو تلاش سے خدا کو
 پاسکتا ہے؟ کیا تو قادر مطلق کو کامل طور سے پاسکتا ہے؟ وہ تو مثل آسمان کے
 بلند ہے تو کیا کر سکتا ہے؟ تحت الثریٰ سے عمیق تر ہے تو کیا جان سکتا ہے؟
 غرض خلاصہ یہ ہے کہ دل کی کمال فروشی سے ہم اپنے سینے پہنچ سکتے ہیں
 کہ ہم اپنے مزاج کو حق تعالیٰ کی اطاعت و چون و چرا کے لئے اصلاح پر لاؤں اور
 اوسکی پروردگاری کے کل طریقوں کی نسبت جو وہ نبی آدم سے سلوک کرنے
 میں مرعی رکھتا ہے اپنی ذات میں تسلیم مطلق کا مزاج پیدا کریں اور کہ کمال روح
 کے انکسار سے اوسکے آگے سرنگون ہوں۔ اور اس سماوی حمد و ثناء میں شریک
 ہوں۔ ایخداوند قادر مطلق تیرے کام کیا ہی بزرگ اور حیرت افزا ہیں۔ تیری
 راہیں اسے مقدسین کے بادشاہ راست اور صادق ہیں کون جسے ایخداوند
 نہ ڈرے گا اور نہ سے نام کی ستائش نہ کرے گا؟

تمت



This book was taken from the Library on the date last stamped. A fine of 1 anna will be charged for each day the book is kept over time.

१५९१

११



255
TUESDAY 1905

URDU STACONS

2199

~~KK~~

2179

44

۵۴۰۔ دینک شہر ہوا ان کے

جملہ قضاۃ و قاضی

[illegible]